سامی ادیان میں طریقۂ طلاق

(ایک تحقیقی وتقابلی جائزہ)

ڈاکٹر شمس العارفین*

قطب نثار**

ABSTRACT

For the development of human society, when male and female get into the bond of marriage, they not only crave for having long lasting relationship but also desire it to be protected and preserved. But sometimes, the state of affairs turn out in such a way that this marital bond is vitictimized by the mutual differences and grow to such an extent that husband and wife end up in divorce. Separation of a married couple is viewed as a dreadful act in any society of the world. However, sometimes a couple is better off without this relation as a result of growing differences. Different religions have suggested different ways in this regard by explaining how husband and wife can lead a detached life. Divorce is an act which breaks the agreement of marriage. Different religions propose different laws and traditions for divorce. In this paper, we will discuss divorce laws and traditions that come under Semitic religions (Judaism, Christianity, and Islam) in specific.

Keywords: معاشرہ، طلاق، سامی، ادیان، بنی نوع انسان، ازواج، مسیحیت، یہودیت

احکام الٰہی تمام بنی نوع انسان کے لیے مختلف زمانوں اور اقوام پر نازل ہوتے رہے اس لیے ان میں دینی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

** پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

یکسانیت ابھی بھی موجود ہے حالانکہ ان میں زمانہ گزرنے کے ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ان احکام میں ایک حکم بنی نوع انسان کی بقاء کے لیے قانونِ شادی ہے۔شادی کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کو توڑا نہ جائے جب کہ شیطانی طاقتیں اس کو توڑنے میں لگی رہتی ہیں اور شیطان ازواج میں تفریق کروا کر خوش ہوتا ہے۔روایت میں ہے۔

عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه فادناهم منه منزلة اعظمهم فتنة، يجيء احدهم، فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئا، قال: ثم يجيء احدهم، فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امراته، قال: فيدنيه منه، ويقول: نعم انت ـ" قال الاعمش: اراه قال فيلتزمه۔[1]

سیدنا جابر سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" بیشک شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو دنیا میں فساد کرنے بھیجتا ہے۔سو اس سے مرتبہ میں زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو بڑا فساد ڈالے۔کوئی شیطان ان میں سے آ کر کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ کام کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔پھر کوئی آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ جدائی کرادی اس میں اور اس کی بیوی میں۔تو اس کو اپنے پاس کرلیتا ہے کہ ہاں تو نے بڑا کام کیا ہے۔"اعمش نے کہا: "اس کو چمٹالیتا ہے۔"

اس لیے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کروانا یا تفریق کا ہونا بہت بڑا فتنہ ہے اس کی وجہ سے بعض دفعہ خاندانوں میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔جبکہ بعض دفعہ خاوند اور بیوی کا اکٹھا رہنا محال ہو جاتا ہے اور دونوں کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔سامی ادیان (یہودیت، مسیحیت، اسلام) میں اس کا طریقہ بتایا گیا ہے۔تاکہ دونوں احسن طریقے سے الگ ہو سکیں۔

طلاق کے معانی

طلاق کا معنیٰ کسی بندھن سے آزاد کرنے کے ہیں، محاورہ ہے۔اَطْلَقْتُ الْبَعِيْرَ مِنْ عِقَالِهٖ وَ طَلَّقْتُه، یعنی میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔طَالِقٌ و طَلْقٌ وہ اونٹ جو مقید نہ ہو اسی سے طَلَّقْتُ الْمَرْءَةَ کا محاورہ مستعار

1۔ مسلم ،ابو الحسين مسلم بن حجاج،الجامع الصحيح ،مكتبه دارالسلام،الرياض،2009، حديث:7106

ہے۔ میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا ایسی عورت کو مُطَلَّقَةٌ کہا جاتا ہے۔[1]

امام راغب رحمۃ اللہ نے طلاق کے بنیادی معنیٰ کسی بندھن سے آزاد کرنا اور نجات دینا بتائے ہیں، پھر یہ لفظ استعارۃً شوہر کا بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔[2]

انگریزی زبان میں طلاق کے لیے Divorce کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو لاطینی زبان کے لفظ Divortium سے اخذ شدہ ہے۔

> Divorce: The dissolution, in whole or in part, of the tie of marriage.[3]

قرآن پاک میں ہے۔

﴿يَآ اَيُّـهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾[4]

"اے نبی ﷺ! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔"

نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے، قرآن پاک نے اسے بندھن اور گرہ، نیز میثاق غلیظ (سخت قسم کا عہد) قرار دیا ہے۔ طلاق اسی بندھن اور گرہ کو کھول دینے اور سخت عہد توڑ دینے کا نام ہے۔[5]

طلاق دینے سے خاوند اور بیوی کے راستے الگ ہو جاتے ہیں اور وہ شادی کے بندھن سے آزاد ہو جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی باقی زندگی جس کے ساتھ چاہیں بسر کر سکیں۔ طلاق نکاح کی گرہ کھولنے کو کہا جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے پہلی طلاق حضرت اسماعیلؑ نے اپنی پہلی بیوی عمارہ بنت سعد کو اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے کہنے پر دی۔ اس کے بعد مختلف مذاہب نے اس قانون کو اپنایا کسی مذہب نے اس کی کھلی چھٹی دی اور کسی مذہب نے اس کی بالکل اجازت نہیں دی۔

---

[1] ۔ اصفہانی، راغب، امام، مفردات القرآن (مترجم مولانا عبدہ الفلاح فیروزپوری)، اسلامی اکیڈمی، لاہور، 2000، جلد، 2، ص:72۔

[2] اصفہانی، راغب، مفردات القرن، دارالمعرفۃ، بیروت، 2008، ص:306 ۔

[3] ۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، جلد08، ایڈیشن1910، 11، ص:334۔

[4] ۔ سورۃ الطلاق : 01

[5] ۔ جانباز، محمد علی، مولانا، احکام طلاق، مکتبہ قدوسیہ، لاہور2004، ص:12۔

جب کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا رواج تھا کہ شوہر جب چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت میں رجوع کرتا جس سے عورتوں کی جان غصب میں تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا نہ تو مرد عورت کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرتا اور نہ ہی اسے طلاق دے کر علیحدہ کرتا کہ وہ اس ظالم شوہر سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ اسی طرح عورت تاحیات مرد کے ظلم وستم کا شکار بنی رہتی اور یوں ہی سسک سسک کر زندگی پوری کر دیتی۔[1]

اہل یہود اور طلاق

مذہب یہودیت میں طلاق کا اختیار صرف شوہر کو تھا۔ جس کی اسے عام اجازت تھی۔ تاہم یہ صرف تحریراً واقع ہو سکتی تھی، نیز شوہر کے لیے وہ مطلقہ دوسرے آدمی سے نکاح وطلاق کے بعد بھی حلال نہ ہو سکتی تھی۔ جبکہ شوہر کو طلاق دینے کی مکمل آزادی حاصل تھی۔[2]

یہود میں طلاق کو ایک معاہدے کی حیثیت حاصل ہے جس کے تمام تر اختیارات مرد کے پاس ہوتے ہیں جب کہ عورت اس پر عمل کنندہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرد عورت کو معمولی سی بات پر طلاق دے سکتا ہے۔

تالمود میں ربّی نکاح کو ایک مقدس رشتہ قرار دیتے ہیں جبکہ طلاق کو ایک غیر مقدس عمل مانتے ہیں۔

عہد نامہ قدیم میں ہے:

> "کیونکہ خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے: میں طلاق سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے۔"[3]

جب کہ یہود کی فقہی کتاب مشناء میں تحریر ہے:

> Bet Shammai says: A man should not divorce his wife unless he has found her guilty of some unseemly conduct, as it says, "Because he has found some unseemly thing in her." Bet Hillel says [that he may divorce her] even if she has merely burnt his dish, since it says, "Because he has found some unseemly thing in her." Rabbi Akiva says, [he may divorce her] even if he finds

---

[1] ۔ لاہوری، عمران ایوب، طلاق کی کتاب، فقہ الحدیث پبلیکیشنز، لاہور، 2005، ص:24۔

[2] ۔ جانباز، محمد علی، مولانا، احکام طلاق، ص:13۔

[3] ۔ ملاکی: باب 2، آیت 16۔

another woman more beautiful than she is, as it says, "it cometh to pass, if she find no favor in his eyes. [1]

یعنی شمائی(Shammai)مسلک کے مطابق ایک مرد کو اس وقت تک طلاق نہیں دینی چاہیے جب تک کہ عورت میں کسی طرح کی نامعقولیت ظاہر نہ ہو جائے جبکہ ہائی لیل (Hillel) مسلک کے مطابق مرد کسی بھی وجہ سے عورت کو طلاق دے سکتا ہے خراب کھانا بنانے جیسی معمولی بات پر بھی۔ ربی اکیوا (Rabbi Akiva) کے مطابق اگر مرد کو اس کی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورت مل جائے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔

یہودی قانون کے مطابق مرد ہی طلاق دینے کا حق رکھتا ہے اور وہ اس کا استعمال جیسے چاہے کر سکتا ہے اور عورت اس میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتی۔ عہد نامہ قدیم میں بھی طلاق کو بہت زیادہ مذموم فعل نہیں سمجھا جاتا خاص طور پر اس وقت جب دونوں میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی نہ رہے اور دونوں کی زندگی ایک دوسرے کی وجہ سے عذاب بن کر رہ جائے تو ایسی زندگی کو ایک سمجھوتے پر گزارنے سے بہتر ہے کہ طلاق کے ذریعے سے دونوں میں جدائی کروادی جائے۔

یہود میں طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد ایک سادہ کاغذ پر طلاق نامہ لکھ کر عورت کے حوالے کرے گا۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور اس میں کوئی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے تو اسے حق ہے کہ طلاق لکھ کر اس کے حوالہ کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔ [2]

یہود کے ہاں طلاق کی بجائے GITTIN کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق نامہ تحریری طور پر لکھا جاتا ہے اور اس تحریر کو جو رشتہ ازدواجیت کو ختم کرے اس کو GITT کہتے ہیں۔ اس میں یہ واضح طور پر تحریر کیا جاتا ہے کہ عورت اب کسی دوسرے مرد کے ساتھ شادی کر سکتی ہے۔

ایسا طلاق نامہ قابل قبول نہیں ہو گا جس میں اشارتاً طلاق کا ذکر ہو۔ کتاب مشناء میں ہے۔

No bill of divorce is valid that is not written expressly for woman. [3]

---

[1] - https://www.sefaria.org/Mishnah_Gittin.9?lang=bi (05/05/2020)

[2] ۔ استثنا: باب 24، آیت 1۔

[3] ۔ Ibid . P :309

عورت کے لیے کوئی طلاق نامہ درست نہ ہو گا جب تک اسے واضح الفاظ میں نہ لکھا گیا ہو۔

If a man said, deliver this bill of divorce to my wife or this writ of emancipation to my slave"; and he wished in either case to retract, he may retract." (1

اگر کوئی شخص کہے یہ طلاق نامہ میری زوجہ کو دے دو یا یہ آزادی کا تحریر نامہ میرے غلام کو دے دو اور مقصد یہ ہو کہ رجوع کا امکان رہے تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔

If a man sent a bill of divorce to his wife and then over took the messenger or sent another messenger after him ,and said to him ,"the bill of divorce that I gave to thee is Void", it thereby becomes void. If he reached his wife first or sent another messenger to her, and said to her," The bill of Divorce that I have sent to thee is void", it thereby becomes void but (If he or the messenger reached her(after the bill of divorce came into her hand he can no more render it void. 0 2

"اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق نامہ بھجوائے اور پھر پیغام بھیجنے والے کو منع کرے یا ایک اور پیغام بھیجے جو پہلے پیغام رساں کو بتائے کہ جو طلاق نامہ تمہیں دیا تھا وہ منسوخ ہے تو وہ طلاق نامہ منسوخ ہو جائے گا۔ اگر دوسرا قاصد پیغام لے کر پہلے والے پیغام رساں سے پہلے پہنچا، یا خاوند نے ایک پیغام براہ راست زوجہ کی طرف بھیج دیا تو طلاق نامہ منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن اگر طلاق نامہ لے کر آنے والا قاصد پہلے پہنچ گیا اور دوسرا پیغام آنے سے پہلے طلاق نامہ زوجہ کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو طلاق نامہ باطل نہیں ہو گا۔ نیز اگر خاوند دور دراز سے طلاق نامہ دوسرے کے ہاتھ بھیجتا ہے تو اس پر اسے گواہوں کی موجودگی میں لکھوانا ہو گا اور اس پر اپنے دستخط کرنے ہونگے، پھر یہ گواہ طلاق نامہ زوجہ کو دیتے وقت اپنی موجودگی میں خاوند کی تحریر اور دستخط کرنے پر گواہی دینگے۔"

If a man brought a bill of divorce from beyond the sea he must say "it was written in my presence and it was signed in my

Ibid . P : 307۔[1]
Ibid . P : 310۔[2]

presence. "( )[1]

اگر کوئی شخص طلاق نامہ سمندر پار سے لائے تو لازم ہے یوں کہے "یہ تحریر میری موجودگی میں لکھی گئی اور اس پر میری موجودگی میں دستخط کیے گئے ہیں۔"سمندر پار کی تفصیل میں مذکور ہے کہ شوہر اگر اسرائیل کی سرزمین سے باہر رہتا ہو اور اس کی زوجہ اسرائیل کی زمین میں رہنے والی ہو۔جب تک عورت طلاق نامہ وصول نہ کرلے اور خاوند نکاح کے معاہدے کی شرائط کے مطابق جملہ منقولہ اور غیر منقولہ اموال عورت کو ادا نہ کر دے تب تک طلاق واقع نہ ہو گی اور نکاح برقرار رہے گا۔

یہودیت میں خاوند اپنی عورت کو ساری زندگی اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور چاہے تو ایک لمحہ بھی اپنے پاس نہ رکھے اور اس کو طلاق دے دے۔اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھے اور دوسری بیوی کے پاس رہے کیونکہ یہود میں بھی تعدد ازواج کا تصور موجود ہے۔عہد نامہ قدیم میں ہے:

"بیویاں کرو تاکہ تم سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوں اور اپنے بیٹوں کے لیے بیویاں لو اور اپنی بیٹیاں شوہروں کو دو تاکہ ان سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوں اور تم وہاں پھلو پھولو اور کم نہ ہو۔"(2)

مسیحیت اور طلاق

یہود کی نسبت مسیحیت میں طلاق کے عمل کو سخت ناپسند کیا گیا ہے بلکہ اس عمل کو گناہ تصور کیا گیا ہے۔ مسیحیت میں طلاق کی بالکل اجازت نہیں کیونکہ مسیحیت کے نزدیک یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو خدا نے خود بنایا ہے اس لیے اس کو توڑنا یا ختم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔عہد نامہ جدید میں ہے:

"پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔اس لیے جسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے۔"(3)

مسیحیت میں نکاح کے بعد زوجین ایک جسم بن جاتے ہیں اور ان کو ایک جسم بنانے والی ذات خدا کی ہے اس لیے ان کے اس رشتہ کو ختم کرنا کسی کے دائرہ اختیار میں نہیں۔اس لیے مسیحیت میں صرف ایک راستہ ایسا ہے جس کی وجہ سے طلاق ہو سکتی ہے۔اور وہ زناکاری ہے۔انجیل متی میں ہے:

Ibid . P : 310۔[1]

[2]۔یرمیاہ : باب29، آیت6۔

[3]۔متی: باب19، آیت06۔

"یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔"[1]

یہود کے بر خلاف مسیحیت میں طلاق دینا حرام اور سخت گناہ ہے اور سوائے عورت کے زانیہ ہونے کے اور کسی صورت میں طلاق کی اجازت نہیں۔ چنانچہ انجیل مرقس میں ہے کہ "جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دے کر کسی اور سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا۔"[2]

اس کے بعد دو وجوہات ایسی ہیں جن کی بنیاد پر مسیحیت میں طلاق ہو سکتی ہے۔

1۔ ایمان کو خطرہ ہو۔

مسیحیت میں اگر خاوند یا بیوی دونوں میں کوئی ایک مسیحیت چھوڑ دے تو دوسرے فرد کو چاہیے کہ وہ کوشش کرتا رہے کہ اس کا جیون ساتھی دوبارہ اپنے مذہب کی طرف واپس آجائے۔ وگرنہ اس سے جدا ہونا ہی بہتر ہے۔

2۔ جان کا خطرہ ہو تو اسے بچانے کے لیے طلاق دی جا سکتی ہے۔

اگر کسی کو اپنے جیون ساتھی سے جان کے خطرہ کا اندیشہ ہو تو اس سے الگ ہو سکتا ہے۔ اور یہ صرف اسی حالت میں جائز ہے ورنہ اس کی اجازت بالکل نہیں۔

بناء بریں مسیحیت میں طلاق شجر ممنوع تھی اور تعدد ازواج کی بھی ممانعت تھی۔

دینِ اسلام میں تصوّر طلاق (حیثیت، طریقہ)

شریعتِ اسلامی میں طلاق ایک جائز عمل ہے مگر اس کو ناپسندیدہ عمل سمجھا جاتا ہے۔ الاّ یہ کہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔" ما احل الله شيئا ابغض إليه من الطلاق۔"[3]

---

[1]۔ متی: باب 5، آیت: 32 تا 31۔
[2]۔ مرقس: باب، 10 آیت 11 تا 12۔
[3]۔ ابوداؤد، سلمان بن الاشعت، السنن، مکتبه دارالسلام، الرياض، كتاب الطلاق، حديث: 2177۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں۔"

طلاق ایک ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے ایک گھر نہیں بلکہ پورا خاندان یا بہت سے افراد متاثر ہوتے ہیں اور ان کے اندر شر انگیزی، احساس محرومی اور سفاکیت جیسی شیطانی صفات پیدا ہو سکتیں ہیں۔

اس لئے اسلام میں طلاق نہ دینے کو بہتر سمجھا جاتا ہے سوائے اس کے جب اللہ کی مقرر کردہ حقوق کی ادائیگی مشکل ہو جائے۔

اسلام میں طریقۂ طلاق

شریعت اسلامی میں جب انسان اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو ضروری ہے کہ وہ ایسی بات کہے جس سے طلاق کی نیت اور مفہوم واضح ہو۔ خواہ وہ یہ بات مذاق میں کہے یا غصے میں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة."[1]

"تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے، وہ ہیں: نکاح، طلاق اور رجعت۔"

اسلام میں صرف لفظ طلاق کی تین دفعہ ادائیگی سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی لئے اسلام میں بڑی احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے اور ہنسی مذاق میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام میں خاوند اور بیوی میں جدائی کے مندرجہ ذیل طریقے اپنائے جاتے ہیں۔

1۔ خلع

خلع یہ ہے کہ بیوی اگر اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی نہ ہو۔ تو وہ شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے شوہر کو کچھ مقدار میں مال دے دیتی ہے (اس کا حق مہر اسے واپس کر دیتی ہے) تاکہ شوہر اس کے بدلے اسے طلاق دے دے۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾[2]

پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی

---

[1] ۔ ابوداؤد، السنن، حدیث:2194۔

[2] ۔سورة البقرة:229۔

گناہ نہیں کہ عورت معاوضہ دے کر پیچھا چھڑا لے۔

2۔ ایلاء

اس کا معنی قسم کھانا ہے ایلاء سے مراد یہ ہے کہ شوہر قسم اٹھائے کہ وہ اپنی اہلیہ سے (محض تادیب کی غرض سے) چار ماہ یا اس سے کم مدت تک ہم بستر نہیں ہو گا۔ یہ ایلاء جائز ہے اور اگر چار ماہ سے زیادہ مدت تک قسم اٹھائے تو یہ جائز نہیں۔ [1]

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [2]

جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

اگر شوہر نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یا چار ماہ سے زیادہ مدت تک کے لیے اپنی بیوی سے علیحدہ رہنے کی قسم اٹھائی ہو، تو چار ماہ گزرنے کے بعد اسے اختیار دیا جائے گا کہ یا تو وہ عورت سے رجوع کر لے یا پھر اسے طلاق دے دے۔ یاد رہے یہ مدت گزرنے کے بعد عورت کو خود طلاق واقع نہیں ہو گی بلکہ شوہر کے طلاق دینے سے واقع ہو گی۔

عن ابن عمر إذا مضت اربعة اشهر يوقف حتى يطلق، ولا يقع عليه الطلاق حتى يطلق. ويذكر ذلك عن عثمان وعلي وابي الدرداء وعائشة واثني عشر رجلا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم[3].

ابن عمر نے فرمایا کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو توقف کیا جائے گا، یہاں تک کہ شوہر طلاق دے دے، اور طلاق واقع نہیں ہوتی یہاں تک کہ دی جائے، اور عثمان، علی، ابودرداء، عائشہ اور بارہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔

---

[1]۔ لاہوری، عمران ایوب، طلاق کی کتاب، ص 147۔

[2]۔ سورة البقرة:226۔

[3]۔ البخاری، الجامع الصحيح، حديث: 5291۔

3۔ لعان

لعان کا معنیٰ خاوند، بیوی کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا ہے۔

اصطلاحِ شرع میں میاں اور بیوی دونوں کو چار خاص قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگا دے، یا اپنے بچے کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے۔ اور یہ عورت اس الزام کو جھوٹا بتائے۔ اس لیے شوہر پر زنا کی تہمت کی سزا جاری کی جائے تو شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ الزام زنا پر چار گواہ پیش کرے۔ اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے تو عورت پر حد زنا لگائی جائے گی۔ اگر وہ چار گواہ نہ لا سکا تو ان دونوں میں لعان کر دیا جائے گا۔

جب میاں بیوی کے درمیان لعان کا عمل مکمل ہو جائے تو ان کے درمیان جدائی کروادی جائے گی اور یہ جدائی ہمیشہ کے لیے ہو گی یہ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حلال نہیں ہو سکتے۔

4۔ مرتد ہونا

اگر میاں بیوی میں سے ایک دین اسلام سے مرتد ہو جائے تو دونوں میں بغیر طلاق کے فرقت محال واقع ہو جائے گی، خواہ قبل دخول کے مرتد ہوا ہو یا بعد دخول کے، پھر اگر شوہر ہی مرتد ہوا ہے تو زوجہ کو مکمل مہر ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ دخول واقع ہوا ہو یا نصف مہر ملے گا اگر دخول واقع نہیں ہوا ہے اور اگر عورت ہی مرتد ہو گئی ہے پس اگر دخول ہو چکا ہے تو اس کو پورا مہر ملے گا اور اگر دخول نہیں ہوا تو کچھ نہ ملے گا۔ [1]

مرتد کا نکاح مسلمان عورت سے ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمان مردوں کے لیے بھی یہ حکم ہے۔

5۔ طلاق۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ طلاق سنت۔ اس سے مراد ایسا طریقہ جس میں خاوند اپنی زوجہ کو پاکی کی حالت میں ایک طلاق رجعی دے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔

i ۔ احسن۔ احسن سے مراد ایسی طلاق رجعی کہ جس کے دینے کے بعد مکمل عدت گزرنے تک شوہر اپنی

---

[1] ۔ ابو عبید اللہ، مولانا، فتاویٰ عالمگیری (مترجم سید امیر علی)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1980، جلد دوم، ص: 243۔

بیوی سے رجوع نہ کرے تو عورت نکاح کے بندھن سے آزاد ہو جائے گی۔

عن ابن سيرين قال قال علي لو أن الناس أصابوا حد الطلاق ما ندم رجل على امرأة يطلقها واحدة ثم يتركها حتى تحيض ثلاث حيض۔ [10]

ابن سیرینؒ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "اگر لوگ طلاق دینے کی حد کو پہنچ ہی گئے ہوں تو وہ شخص (طلاق دینے) پر نادم نہیں ہو گا جو عورت کو ایک طلاق دے پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ تین حیض گزر جائیں۔"

ii ۔ حسن۔ اس سے مراد خاوند اپنی بیوی کو پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ تو طلاق واقع ہو جائے گی اور تیسرے حیض سے فراغت کے بعد اسکی عدت بھی پوری ہو جائے گی۔

2۔ **طلاق بدعت**۔ اس سے مراد وہ طریقہ جو طلاق سنت کے خلاف ہو۔ کیونکہ یہ طریقہ شرعاً ممنوع اور مکروہ ہے اس لیے اس طرح طلاق دینے والا گنہگار ہو گا۔ لیکن پھر بھی طلاق ہو جائے گی اور میاں بیوی میں جدائی واقع ہو جائے گی۔ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً بیوی کو حیض کی صورت میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں خاوند کا بیوی کو طلاق دینا جس میں اس نے جماع کیا ہو، یا ایک طہر میں ایک سے زائد یا تین طلاقیں اکٹھی دینا۔

اسی طرح ایک طہر میں دو طلاق دینا بھی بدعت ہے۔

طلاق بائن۔ اس سے مراد جدا کرنے والی یعنی ایسی طلاق جس کی وجہ سے عورت مرد کے نکاح سے فوراً نکل جائے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

1۔ بائن بینونہ صغریٰ (کنایہ الفاظ کے ذریعے طلاق دینا)

ایسی طلاق جس میں شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا، طلاق کے فوراً بعد عورت شوہر سے جدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر وہ نئے مہر اور شرائط کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے اکٹھے ہونا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اس کی چند صورتیں حسب ذیل ہیں:

---

[1] ۔ ابن شیبہ، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن شیبہ (مترجم مولانا محمد اویس سرور)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2000 جلد 5، حدیث: 18039۔

i۔ شوہر عورت کو رجعی طلاق دے لیکن دوران عدت رجوع نہ کرے تو عدت پوری ہونے کے بعد یہ طلاق بائن ہو جائے گی۔

ii۔ رخصتی کے بعد اور ہمبستری سے پہلے ہی طلاق واقع ہو جائے۔اس صورت میں چونکہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں اس لیے طلاق کے فوراًبعد ہی شوہر سے جدا ہو جائے گی۔

iii ۔اگر میاں بیوی کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں کے دو عادل منصف یہ فیصلہ کر دیں کہ ان کے درمیان تفریق ہی زیادہ بہتر ہے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

2۔بائن بینونہ کبری

ایسی طلاق جس کے بعد عورت ہمیشہ کے لیے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، الّایہ کہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرے، اور اس سے ہمبستری کرے، پھر وہ مرد اپنی رضا سے اسے طلاق دے یا وفات پا جائے، تو عدت گزرنے کے بعد پہلے زوج سے نکاح کر سکتی ہے۔[1]

خلاصۃ البحث

طلاق نکاح کے پاک بندھن کو ختم کر دیتی ہے اس کو کسی بھی معاشرے یا مذہب میں اچھا نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کو ناپسند سمجھا جاتا ہے۔ سامی ادیان میں نکاح اور طلاق مذہبی حیثیت رکھتی ہے۔ یہودیت میں جہاں اس عمل پر کوئی پابندی نہیں، وہاں طلاق کے تمام تر اختیارات کا مالک شوہر کو بنا کر عورت کو اس کا قیدی بنا دیا گیا ہے۔

جب کہ مسیحیت میں طلاق کا تصور بھی محال ہے۔ اگر کسی مرد کی شادی ایسی عورت سے ہو گئی جو بداخلاق ہے تو اس کی ساری زندگی عذاب بن کر رہ جاتی ہے اسی طرح اگر کسی نیک سیرت عورت کی شادی ایسے مرد سے ہو جاتی ہے جو بداخلاق ہو تو وہ بھی ساری زندگی اسی کے ساتھ گزارنے کی پابند ہے۔

جب کہ اسلام نے مرد کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی خلع کے ذریعے اختیارات کا مالک بنایا ہے تاکہ زندگی میں توازن قائم رہ سکے۔ بے جا طلاق دینے والوں کو اسلامی معاشرے میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسلام

[1]۔ لاہوری، عمران ایوب ، طلاق کی کتاب، ص:96 تا 97۔

میں بلا ضرورت یا کسی وجہ کے بغیر طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات میں طلاق ایسا جائز عمل ہے جو خالقِ کائنات کی نظروں میں سب سے ناپسندیدہ ہے۔